خمینی کا وصیت نامہ

از

حضرت مولانا شیخ الحدیث محمد یوسف لدھیانوی
مدظلہ العالی

☆☆☆

بشکریہ ماہنامہ بینات

محرم الحرام ۱۴۱۱ھ مطابق اگست ۱۹۹۰ء

الصہیب پبلیکیشنز کراچی

خمینی کا وصیت نامہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی

ایک شیعی ماہنامہ "المبلّغ" سرگودھا (جلد ۵۵ شمارہ ۶، ۷ بابت ماہ جون و جولائی ۱۹۹۰ء) میں "امام خمینی کا وصیت نامہ" شائع ہوا ہے۔ اس کا ایک اقتباس ملاحظہ فرمائیے:

" میں جرأت کے ساتھ دعوی کرتا ہوں کہ ملت ایران اور دور حاضر میں اس کے دسیوں لاکھ عوام، عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملّت حجاز اور امیر المومنینؑ اور حسین ابن علیؑ صلوٰۃ اللہ وسلامہ علیہما کی ملّت کوفہ و عراق سے بہتر ہیں۔ وہ حجاز کہ جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں مسلمان بھی آپ کی اطاعت نہیں کرتے تھے اور بہانے بنا کر محاذ پر جانے سے گریز کرتے تھے۔

خداوند تعالے نے سورۂ توبہ کی چند آیات میں انکی مذمت کی ہے اور ان کے لئے عذاب کا وعدہ کیا ہے ان لوگوں نے اس حد تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جھوٹ منسوب کیا کہ روایت کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر سے ان پر لعنت بھیجی اور اہل عراق و کوفہ نے امیر المومنینؑ کے ساتھ اتنی

بدسلوکی کی اور آپ کی اطاعت سے اس حد تک سرکشی کی کہ روایات اور تاریخ کی کتابوں میں حضرت نے ان کی جو شکایات کی ہیں وہ معروف ہیں اور عراق و کوفہ کے مسلمانوں نے حضرت سید الشہداء علیہ السلام کے ساتھ جو کچھ کیا اس سے آپ واقف ہیں۔ جن لوگوں نے ان کی شہادت میں اپنے ہاتھ کو آلودہ نہیں کیا، وہ معرکہ سے بھاگ نکلے یا خاموش بیٹھ گئے یہاں تک کہ تاریخ کا وہ مجرمانہ فعل انجام دیا۔

اس اقتباس میں چند دعوے کئے گئے ہیں۔

پہلا دعویٰ یہ کہ آج کے ایرانی شیعہ، جو خمینی کے حلقہ بگوش ہیں، دورِ نبوی کے مسلمانوں سے افضل و بہتر ہیں یہ دعویٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صریح تنقیص اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے مقصدِ بعثت کی صاف نفی ہے۔

قرآن کریم نے متعدد جگہ اہلِ ایمان پر حق تعالےٰ شانہٗ کے اس احسانِ عظیم کا ذکر فرمایا ہے کہ حق تعالےٰ شانہٗ نے فرمایا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو صحابہ کرامؓ کا معلّم و مربّی بنا کر بھیجا ہے۔

چنانچہ ایک جگہ ارشاد ہے:

"لَقَدْ مَنَّ اللّٰہُ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ بَعَثَ فِیْہِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِہِمْ یَتْلُوْا عَلَیْہِمْ اٰیٰتِہٖ وَیُزَکِّیْہِمْ وَیُعَلِّمُہُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ وَاِنْ کَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ"

(آل عمران: ۱۶۴)

ترجمہ: "حقیقت میں اللہ تعالے نے مسلمانوں پر احسان کیا جبکہ ان میں ان ہی کی جنس سے ایک ایسے پیغمبر کو بھیجا۔ کہ وہ ان لوگوں کو اللہ کی آئتیں پڑھ پڑھ کر سناتے ہیں اور ان لوگوں کی صفائی کرتے رہتے ہیں۔ اور ان کو کتاب اور فہم کی کی باتیں بتلاتے رہتے ہیں اور بالیقین یہ لوگ قبل سے مریح غلطی میں تھے" (ترجمہ: حضرت تھانوی)

(۱) اس آیتِ شریفہ میں صحابہ کرامؓ پر دو احسان ذکر فرمائے گئے ہیں۔ ایک یہ ہے کہ ان کی تعلیم و تربیت کے لئے سیّد الاوّلین والآخرین صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث کیا گیا اور دوسرا احسان یہ کہ اس عظیم الشان معلّم و مربّی صلی اللہ علیہ وسلّم کا تقرر خود حق تعالے شانہٗ کی طرف سے ہوا ہے۔

کسی معلّم و مربّی کا کمال اس کے لائق و باکمال تلامذہ کے ہنر و لیاقت سے ظاہر ہوا کرتا ہے۔ صحابہؓ کرام وہ خوش نصیب و سعادت مند جماعت ہے جن کی تعلیم و تربیت پر حق تعالے شانہٗ نے نوعِ انسانی کا سب اعلیٰ سب سے اکمل، سب سے افضل اور سب سے برتر معلّم و مربّی (صلی اللہ علیہ وسلم) مقرر فرمایا۔ اس سے ہر شخص بداہۃً یہ نتیجہ اخذ کرے گا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زیرِ تربیت افراد (صحابۂ کرامؓ) کے بعد پوری نوعِ انسانی میں سب سے افضل و برتر ہیں۔ انبیاء کرام علیہم السلام کو اس لئے مستثنیٰ کیا گیا کہ وہ کسی انسان کے زیرِ تربیت نہیں ہوتے بلکہ براہِ راست حق تعالےٰ شانہٗ سے تربیت یافتہ ہوتے ہیں جیسا کہ حدیثِ نبوی: اَدَّبَنِیْ رَبِّیْ فَاَحْسَنَ تَادِیْبِیْ: (جامع الصغیر)

ترجمہ: "میرے رب نے مجھے ادب سکھایا، پس خوب ادب سکھایا۔"
میں اس طرف اشارہ ہے، پس خمینی کا یہ کہنا کہ آج کے ایرانی شیعہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ سے افضل ہیں اس کے صاف معنی یہ ہیں کہ خمینی کی تعلیم و تربیت (نعوذ باللہ) محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت سے اعلیٰ و برتر ہے اور یہ بات وہی شخص کہہ سکتا ہے جس کا دل ایمان سے اور اس کا دماغ عقل و فہم سے یکسر خالی ہو اور وہ "بے حیا باش ہر چہ خواہی کن" کا مصداق ہو۔

یہیں سے یہ نکتہ بھی واضح ہو جاتا ہے کہ جو لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرامؓ پر نکتہ چینی کرتے ہیں وہ درحقیقت ان کے مرشد و مربی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نکتہ چین اور آپ کے فیضانِ صحبت و تاثیرِ نبوت کے منکر ہیں انکو اصل بغض صحابہؓ سے نہیں، بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ عالی سے ہے۔ مگر وہ اپنے اس بغض و عناد کا اظہار کرنے کے لئے صحابہ کرامؓ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو آڑ اور نشانہ بناتے ہیں۔ یہیں سے ارشادِ نبویؐ کے معنی بھی معلوم ہو جاتے ہیں:

اَللہ اَللہ فی أصحابی لا تتخذوھم غرضًا من بعدی فمن اَحبھم فبحبی احبھم ومن أبغضھم فببغضی اَبغضھم ومن اذاھم فقد آذانی ومن آذانی فقد أذی اللہ ومن اذی اللہ فیوشک ان یاخذہ

(مشکوٰۃ ص۵۵۳، ترمذی ص۲۲۶ ج۲، مسند احمد ص۸۷ ج۴)

ترجمہ: "میرے صحابہؓ کے بارے میں اللہ سے ڈرو انکو میرے بعد نشانہ نہ بنا لینا، پس جس نے ان سے محبت کی تو میری محبت کیوجہ سے ان سے محبت کی، اور جس نے ان سے بغض رکھا تو میرے ساتھ بغض کیوجہ سے ان سے بغض رکھا، اور جس نے ان کو ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی، اور جس نے مجھے ایذا دی، اس نے اللہ تعالیٰ کو ایذا پہنچائی، اور جس نے اللہ تعالیٰ کو ایذا دی قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو پکڑ لیں۔"

۲۔ خمینی کا دوسرا دعویٰ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے مسلمان (صحابۂ کرامؓ) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت نہیں کرتے تھے خمینی کا یہ دعویٰ دروغِ خالص اور سفید جھوٹ ہے، جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ سے اس کی نفرت و عداوت اور بغض و کینہ پر مبنی ہے (اور یہی بغض و کینہ خمینی کے شیعہ مذہب کا منشأ و منتہا ہے) اگر خمینی کے قلب و نظر پر بغض نبیؐ بغض صحابہؓ اور بغض اسلام کی سیاہ پٹی نہ ہوتی تو اسے تاریخ کی یہ حقیقت، جو آفتاب نصف النہار سے زیادہ روشن ہے کھلی آنکھوں نظر آتی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرامؓ نے اطاعت و فرمانبرداری، فدائیت و جاں نثاری اور تعظیم و محبت کا وہ اعلیٰ معیار قائم کیا ہے، جس کا نمونہ پیش کرنے سے پوری انسانی تاریخ عاجز ہے۔ تاریخ و سیرت کی کتابوں میں اس کی سیکڑوں نہیں ہزاروں مثالیں موجود

ہیں۔ صلح حدیبیہ کے موقع پر عروہ بن مسعود ثقفی۔ قریش مکہ کا نمائندہ بن کر آتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو کے بعد کفارِ قریش کو جو رپورٹ دیتا ہے وہ یہ تھی:

"میں نے قیصر و کسریٰ اور نجاشی کے دربار دیکھے ہیں، لیکن محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے صحابہؓ کی سی عقیدت و وارفتگی کہیں نہیں دیکھی۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بات کرتے ہیں تو سناٹا چھا جاتا ہے، کوئی شخص ان کی طرف نظر بھر کر نہیں دیکھ سکتا۔ وہ وضو کرتے ہیں تو وضو کا جو پانی گرتا ہے اس پر خلقت ٹوٹ پڑتی ہے، بلغم یا تھوک کرتا ہے تو عقیدت کیش ہاتھوں ہاتھ لیتے ہیں اور اسے اپنے چہرے اور ہاتھوں پر مل لیتے اور جب وہ انہیں کوئی حکم دیتے ہیں تو وہ تعمیلِ حکم میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کرتے ہیں (صحیح بخاری کتاب الشروط ص ۳۷۹)

یہ کسی عقیدت مند کی نہیں بلکہ ایک غیر مسلم کی شہادت ہے جو معاند کا فردں کے مجمع میں وہ ادا کر رہا ہے۔ لیکن خمینی کی تاریکیٔ قلب و نظر صحابہ کرامؓ کو تعمیلِ حکم میں کوتاہ بتا رہی ہے۔

(۳) خمینی کا تیسرا دعویٰ یہ ہے کہ صحابہ کرامؓ بہانے بنا کر محاذِ جنگ پر جانے سے گریز کرتے تھے ... یہ دعویٰ بھی خالص دروغ و افترار ہے اور قرآن کریم نصِ صریح کا انکار ہے قرآن کریم کا ارشاد ہے:

(۱) هُوَ الَّذِیْ اَیَّدَکَ بِنَصْرِہٖ وَ بِالْمُؤْمِنِیْنَ (الانفال: ۶۲)

ترجمہ: اللہ نے آپ کی تائید کی اپنی مدد سے اور اہلِ ایمان کے ذریعہ۔

(۲) یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ حَسْبُکَ اللّٰہُ وَمَنِ اتَّبَعَکَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ (الانفال: ۶۴)

ترجمہ: اے نبیؐ! کافی ہے آپ کو اللہ اور جو مؤمن آپ کے پیروکار ہیں۔

ان آیاتِ شریفہ میں حق تعالےٰ شانہٗ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اپنی تائید و نصرت اور کفالت کے ساتھ حضراتِ صحابہ کرام رضو کی تائید و نصرت اور کفالت کو بھی ذکر فرمایا ہے، اس نصِ قطعی کے بعد جو شخص یہ کہتا ہے کہ صحابہ کرامؓ بہانے بنا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت و حمایت گریز کیا کرتے تھے۔ عجب نہیں کہ کل کو یہ دعویٰ بھی کرنے لگے کہ حق تعالےٰ شانہٗ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت و تائید سے گریز فرماتے تھے۔ (نعوذ باللہ من الغباوۃ والغوایہ)

سیرت نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے طالب علم جانتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوات و سرایا کی تعداد ایک سو سے اوپر ہے اب اگر خمینی کے بقول صحابہ کرامؓ محاذِ جنگ پر جانے سے گریز کیا کرتے تھے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ جنگیں کس کی معیت میں لڑی تھیں۔ اور یہ بھی سب جانتے ہیں کہ جس دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا سے ملأ اعلیٰ کا سفر فرمایا۔ پورے جزیرۃ العرب پر اسلامی پھریرا لہرا رہا تھا، اور

اسلامی جہاد کی لہریں ایران و شام کی دیواروں ٹکرا رہی تھیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد خلافتِ راشدہ کے مختصر سے دور میں قیصر وکسریٰ کے تاج و تخت تاراج ہو چکے تھے، اور چین سے افریقہ تک کے وسیع و عریض خطے اسلام کے زیرِ نگیں آچکے ہیں، سوال یہ ہے کہ اسلامی تاریخ کا یہ معجزہ کن ہاتھوں سے ظہور میں آیا تھا؟ انہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ذریعہ، جن کے بارے میں قرآن کریم شہادت دیتا ہے۔

" مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَنْ قَضَىٰ نَحْبَهُ وَمِنْهُمْ مَنْ يَنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوا تَبْدِيلًا " (احزاب: ۲۳)

ترجمہ: " اہلِ ایمان میں وہ مرد ہیں، جنہوں نے اللہ تعالیٰ سے وعدہ کیا تھا۔ اسے سچ کر دکھایا، ان میں سے بعض وہ ہیں، جو اپنی نذر پوری کر چکے اور بعض ان میں مشتاق ہیں، اور انہوں نے ذرا تغیر و تبدل نہیں کیا۔

جو شخص قرآن کریم کی اس شہادت کے بعد ان جانثارانِ اسلام کے بارے میں یہ کہتا ہے کہ وہ بہانے بنا کر محاذِ جنگ پر جانے سے گریز کرتے تھے، اس سے بڑھ کر دل کا اندھا کون ہوگا۔

" وَمَنْ كَانَ فِي هٰذِهٖ أَعْمَىٰ فَهُوَ فِي الْآخِرَةِ أَعْمَىٰ وَأَضَلُّ سَبِيلًا "

ترجمہ: " اور جو شخص ہو اس دنیا میں دل کا اندھا، وہ ہوگا آخرت

میں اندھا اور راہ سے بھٹکا ہوا "

۴۔ خمینی کا چوتھا دعویٰ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سورۂ توبہ کی چند آیات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے مسلمانوں کی مذمت فرمائی ہے اور اس کے لئے عذاب کا وعدہ کیا ہے۔

سورۂ توبہ جس کا بیشتر حصہ غزوۂ تبوک کے بارے میں نازل ہوا اس میں منافقین کی مذمت میں متعدد آیات ہیں اور ان کے عذاب کا وعدہ بھی ہے لیکن یہ خالص جھوٹ ہے کہ اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے مسلمانوں کی مذمت کی گئی ہے یا ان سے عذاب کا وعدہ کیا گیا ہے، بلکہ قرآنِ کریم کی دوسری بے شمار آیات کی طرح سورۂ توبہ کی متعدد آیات میں اہلِ ایمان کی مدح فرمائی گئی ہے۔ ملاحظہ فرمائیے۔

" والسابقون الاولون من المهاجرين والانصار والذين اتبعوهم باحسان، رضى الله عنهم ورضوا عنه واعد لهم جنت تجرى تحتها الانهار خالدين فيها ابدا ذلك الفوز العظيم "

(سورۃ التوبہ : ۱۰۰)

ترجمہ ! اور جو مہاجرین اور انصار (ایمان لانے میں سب سے) سابق اور مقدم ہیں۔ اور (بقیہ امت میں) جتنے لوگ اخلاص کے ساتھ ان کے پیرو ہیں اللہ سب سے راضی ہوا اور وہ سب اس (اللہ) سے راضی ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے ان

کے لئے ایسے باغ مہیا کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی جن میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے (اور) یہ بڑی کامیابی ہے۔ (ترجمہ: حضرت تھانویؒ)

حافظ عمادالدین ابن کثیرؒ اس آیت کے ذیل میں لکھتے ہیں اور بالکل صحیح لکھتے ہیں:

"اللہ تعالٰی نے اس میں خبر دی ہے کہ وہ سابقین اولین مہاجرین وانصار سے اور ان تمام لوگوں سے، جنہوں نے احسان کے ساتھ ان حضرات کی پیروی کی، راضی ہیں۔ پس وائے ہلاکت ان لوگوں کی جو ان سے بغض رکھتے ہیں یا ان کی شان میں گستاخی کرتے ہیں یا ان میں سے بعض کے ساتھ بغض رکھتے ہیں یا ان کی گستاخی کرتے ہیں خصوصاً جو لوگ صحابہؓ کے سردار، تمام صحابہؓ سے بہتر، ان سب سے افضل، یعنی صدیقِ اکبر اور خلیفۂ اعظم حضرت ابوبکر بن ابی قحافہ رضی اللہ عنہ سے بغض رکھتے ہیں، اور ان کی شان میں گستاخیاں کرتے ہیں۔ چنانچہ رافضیوں کا مخذول ٹولہ افضل صحابہؓ سے عداوت رکھتا ہے، ان سے بغض رکھتا ہے اور ان کی شان میں گستاخیاں کرتا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ ان کی عقلیں معکوس ہیں، اور ان کے دل الٹے ہیں، ان لوگوں کو

ایمان بالقرآن کہاں نصیب ہو سکتا ہے جبکہ یہ لوگ ان اکابر کی گستاخیاں کرتے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ نے اپنی رضامندی کا اعلان فرما دیا ہے۔

(تفسیر ابن کثیر ص۳۸۳ ج ۲)

اسی سورۂ توبہ میں حق تعالیٰ شانہٗ فرماتے ہیں۔

"اِن اللہ اشتریٰ من المؤمنین انفسھم واموالھم بان لھم الجنۃ یقاتلون فی سبیل اللہ فیقتلون ویقتلون، وعدًا علیہ حقًا فی التوراۃ والانجیل والقرآن، ومن اوفی بعھدہٖ من اللہ فاستبشروا ببیعکم الذی بایعتم بہٖ، وذٰلک ھو الفوز العظیم۔

(التوبہ: ۱۱۱)

ترجمہ: بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے ان کی جانوں اور ان کے مالوں کو اس بات کے عوض میں خرید لیا ہے کہ ان کو جنت ملے گی، وہ لوگ اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں، جس میں قتل کرتے ہیں قتل کئے جاتے ہیں اس پر سچا وعدہ کیا گیا ہے تورات میں (بھی) اور انجیل میں (بھی)، اور قرآن میں (بھی) اور (یہ مسلم ہے کہ) اللہ سے زیادہ اپنے عہد کو کون پورا کرنے والا ہے۔ تو تم

لوگ اپنی اس بیع پر جس کا تم نے (اللہ تعالیٰ سے) معاملہ ٹھہرایا ہے خوشی مناؤ اور یہ بڑی کامیابی ہے۔

(ترجمہ : حضرت تھانویؒ)

سورۂ توبہ ہی میں حق تعالیٰ شانہٗ کا ارشاد ہے۔

"لقد تاب اللہ علی النبی والمہاجرین والانصار الذین اتبعوہ فی ساعۃ العسرۃ من بعد ما کاد یزیغ قلوب فریق منہم ثم تاب علیہم، انہ بہم رؤف رحیم"

ترجمہ : "حق تعالیٰ نے پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) کے حال پر توجہ فرمائی۔ اور مہاجرین اور انصار کے حال پر بھی، جنہوں نے ایسے تنگی کے وقت میں پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ساتھ دیا، بعد اس کے کہ ان میں سے ایک گروہ کے دلوں میں کچھ تذبذب ہو چلا تھا۔ پھر اللہ نے ان کے حال پر توجہ فرمائی۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ ان سب پر بہت ہی شفیق مہربان ہے۔"

(ترجمہ : حضرت تھانوی)

نکتہ: اس آیت شریفہ میں حق تعالیٰ شانہٗ ان تمام مہاجرین و انصار کے ساتھ اپنا رؤف رحیم ہونا بیان فرمایا۔ جن کو غزوہ تبوک میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت و معیت کا شرف حاصل ہوا اور سورۂ توبہ کی آخری سے پہلی آیت میں آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم کے بارے میں فرمایا ہے

وبالمومنین رؤف رّحیم

اس آیت سے ثابت ہوا کہ حضرات مہاجرین و انصار کے ساتھ حق تعالیٰ شانہٗ بھی روف رحیم ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم بھی —— الغرض سورۂ توبہ میں حق تعالیٰ شانہٗ نے حضرات صحابہؓ کی جابجا مدح فرمائی ہے۔ ان سے اپنی رضا مندی کا اعلان فرمایا ہے ان سے جنت کا قطعی اور دو ٹوک وعدہ فرمایا ہے اور ان کے حال پر حق تعالیٰ شانہٗ کی خصوصی عنایت و رحمت کا ذکر فرمایا ہے، لیکن خمینی کی معکوس عقل قرآن کریم سے صحابہ کرامؓ کے عیوب تلاش کرتی ہے اور جو آیتیں منافقین کی مذمت میں وارد ہوئی ہیں انہیں اکابر صحابہ رضوان اللہ علیہم پر چسپاں کرتی ہے، ہیچ ہے۔

ومن یضلل اللہ فلن تجد لہ سبیلا۔

۵۔ خمینی کا پانچواں دعویٰ یہ ہے کہ ان لوگوں نے اس حد تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جھوٹ منسوب کیا کہ روایت کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر سے ان پر لعنت بھیجی۔

یہ بھی خمینی کا خاص افتراء ہے جس سے حضرات صحابہؓ کرام رضوان علیہم کا دامن تقدیس یکسر پاک ہے۔

حضرات مہاجرین و انصار میں سے کوئی ایسا شخص نہیں جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جھوٹ منسوب کیا ہو، یا آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر لعنت فرمائی ہو اس کے برعکس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے برسرِ منبر اکابر مہاجرین وانصار کے فضائل بیان فرمائے ہیں چنانچہ سید المہاجرین حضرت ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بارے میں آخری ایام میں خطبہ ارشاد فرمایا!

"عن ابی سعید الخدری قال خطب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الناس، وقال ان اللہ خیر عبداً بین الدنیا وبین ما عندہ فاختار ذلک العبد ما عند اللہ قال فبکی ابوبکر فتعجبنا لبکائہ ان یخبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن عبد خیر فکان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ھو المخیر وکان ابوبکر ھو اعلمنا فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان من امن الناس علی فی صحبتہ ومالہ ابوبکر ولو کنت متخذاً خلیلاً غیر ربی لاتخذت ابابکر خلیلاً ولکن اخوۃ الاسلام ومودتہ لا یبقین فی المسجد باب الاسد الا باب ابی بکر"

(صحیح بخاری ص ۵۱۶ ج ۱)

ترجمہ: "حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو خطبہ دیا، اس میں

فرمایا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے ایک بندے کو دنیا میں رہنے اور اپنے پاس کی نعمتوں کو اختیار کر لیا، یہ سنکر حضرت ابوبکرؓ رونے لگے۔ ہمیں ان کے رونے پر تعجب رہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو ایک بندے کے بارے میں فرما رہے ہیں کہ اسے اختیار دیا گیا ہے (یہ بلاوجہ کیوں رو رہے ہیں؟) (بعد میں پتہ چلا کہ) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو یہ اختیار دیا گیا تھا۔ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہم سب سے زیادہ عالم تھے (کہ وہ اس کو سمجھ گئے اور فراق نبویؐ کے صدمہ رونے لگے) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھ پر سب سے زیادہ احسان ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کا ہے جو انہوں نے اپنی رفاقت اور مالی ایثار سے کیا اور اگر میں میرے رب کے سوا کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کو بناتا۔ (اس لئے اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے خلت تو نہیں) البتہ ابوبکر رضی اللہ عنہ سے اسلامی اخوت ومودت کا رشتہ ہے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دروازے کے سوا مسجد میں کھلنے والے تمام دروازے بند کر دیئے جائیں "

" عن انس بن مالک یقول مر ابوبکر والعباس

بمجلس من مجالس الانصار وهم یبکون
فقال ما یبکیکم قالوا ذکرنا مجلس النبی صلی اللہ
علیہ وسلم منا فدخل علی النبی صلی اللہ علیہ
وسلم فاخبرہ بذلک قال فخرج النبی صلی اللہ
علیہ وسلم وقد عصب علی راسہ حاشیۃ
برد قال فصعد المنبر ولم یصعدہ بعد ذلک الیوم
فحمد اللہ واثنی علیہ ثم قال اوصیکم
بالانصار فانھم کرشی وعیبتی وقد قضوا الذی
علیھم وبقی الذی لھم فاقبلوا من محسنھم
وتجاوزوا عن مسیئھم" (صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۳۶)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر
اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما انصار کی ایک مجلس کے پاس
سے گزرے یہ حضرات بیٹھے رو رہے تھے۔ ان سے
رونے کا سبب پوچھا گیا تو انہوں نے کہا کہ ہمیں
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس بیٹھنا یاد آگیا (جس
سے ہم علالتِ نبوی کی وجہ سے محروم ہو گئے ہیں) آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر کی گئی تو آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم باہر تشریف لائے، جب سر مبارک پر چادر
کے کنارے کی پٹی بندھی ہوئی تھی، چنانچہ منبر پر رونق

افروز ہوئے۔ آپؐ کے بعد پھر کبھی منبر پر رونق افروز نہیں ہوئے۔ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا: میں تمہیں انصار کے بارے میں وصیت کرتا ہوں، چونکہ وہ میرے خاص احباب و رفقاء ہیں، انہوں نے اپنی ذمہ داریاں پوری کر دی ہیں اور ان کا حق باقی ہے پس ان کے نیکو کاروں سے عذر قبول کرو۔ اور ان میں سے کسی سے غلطی ہو جائے تو اسے در گذر کرو۔

"عن ابن عباس یقول خرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وعلیہ ملحفۃ منعطفا بہا علی منکبیہ وعلیہ عصابۃ دسماء حتی جلس علی المنبر فحمد اللہ واثنیٰ علیہ ثم قال اما بعدُ یاایہا الناس فان الناس یکثرون ویقل الانصار حتی یکونوا کالملح فی الطعام فمن ولی منکم امرًا یضر فیہ احدًا او ینفعہ فلیقبل من محسنہم ویتجاوز عن مسیئہم" (صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۳۶)

ترجمہ: "حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم (آخری علالت میں) باہر تشریف لائے۔ ردائے مبارک کاندھوں پر تھی اور سر مبارک پر پٹی بندھی ہوئی تھی۔ منبر پر رونق افروز ہوئے، اور

اللہ تعالیٰ نے کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا ؛ لوگو ! سب لوگ زیادہ ہوتے جائیں گے ۔ مگر انصار کم ہوتے جائیں گے یہاں تک کہ ان کی حیثیت آٹے میں نمک کی رہ جائیگی پس تم سے جو شخص امیر ہو ۔ جس کے ذریعہ وہ کسی کو نقصان پہنچانے یا نفع پہنچانے کی قدرت رکھتا ہو، اسے چاہیئے کہ ان کے نیکوکار سے عذر قبول کرے ، اور ان میں سے کسی سے غلطی ہو جائے تو درگزر کرے ۔"

الغرض خمینی نے اپنے وصیت نامہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کے خلاف جو زہر افشانی کی ہے، واقعات و شواہد اس کی یکسر تردید کرتے ہیں ، اور خمینی کی یہ تمام تر داستان گوئی اس کے قلب و نظر کی پیداوار ہے ۔ البتہ خمینی نے جو یہ دعویٰ کیا ہے کہ ایران کے موجودہ شیعہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زمانہ کے شیعانِ کوفہ و عراق سے بہتر ہیں، بلفظ دیگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دور کے شیعانِ علی موجودہ دور کے شیعوں سے بدتر تھے ۔ اس کو خمینی صاحب ہی بہتر جانتا ہے ۔ کیونکہ ہر شخص اپنے اسلاف کی تاریخ سے زیادہ بہتر واقف ہوا کرتا ہے اور خمینی کا یہ فقرہ کہ :

- اہلِ عراق اور کوفہ نے امیر المومنین کے ساتھ اتنی بدسلوکی کی اور آپ کی اطاعت سے اس حد تک سرکشی کی کہ روایات و تاریخ کی کتابوں میں حضرت نے ان کی جو

شکایات کی ہیں وہ معروف ہیں۔"

اس کی تائید نہج البلاغہ کے ان خطبات سے ہوتی ہے جو سید مرتضیٰ شیعہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کئے ہیں۔ ان کے چند اقتباسات مفکرِ اسلام جناب مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی سوانح "المرتضیٰ" میں نہج البلاغہ کے حوالے سے نقل کردیئے ہیں، ذیل میں "المرتضیٰ" سے نقل کیا جاتا ہے!

"میں کب تک تم کو اس طرح سنبھالتا رہوں، جیسے ان نوعمر اونٹوں کو سنبھالا جاتا ہے، جن کے کوہان اندر سے زخمی ہیں، اور ظاہری جسم توانا ہے، یا وہ کپڑے جو جا بجا پھٹ گئے ہیں، اور جتنا سنبھال کر پہنو پھٹتے ہی جاتے ہیں، اگر ایک جگہ سے سی دیئے گئے تو دوسری جگہ سے چاک ہو جاتے ہیں، جب بھی اہلِ شام کا کوئی ہراول دستہ پہنچتا ہے، تم سے ہر شخص اپنے گھر کے دروازے بند کرلیتا ہے اور ایسا چھپتا ہے، جیسے گوہ اپنے سوراخ میں اور بجو اپنے بھٹ میں روپوش ہو جاتے ہیں۔

بخدا ذلیل وہ ہے جس کی تم مدد کے لئے اُٹھو، تم کو اگر کسی نے تیر بنا کر دشمن پر پھینکا تو گویا اس نے ایسے تیر پھینکے جن کی نوک ٹوٹی ہوئی ہے، (تفریحی اور بے خطر)

میدانوں میں تمہارا ہجوم نظر آتا ہے، اور جنگ کے جھنڈوں کے نیچے نہایت قلیل تعداد میں دکھائی دیتے ہو، میں خوب جانتا ہوں کہ تمہاری اصلاح کس طرح ہو سکتی ہے کیا کیا چیز تمہاری کمر سیدھی کر سکتی ہے، مگر واللہ میں تمہاری اصلاح کے لئے اپنے آپ کو بگاڑ نہیں سکتا۔

خدا تم سے سمجھے اور تم کو ذلیل کرے! تم کو حق کی اتنی پہچان نہیں جس قدر باطل کو تم پہچانتے رہو اور باطل کی ایسی مخالفت نہیں کرتے جتنی حق کی مخالفت کرتے ہو۔

اے عراقیو! تم اس حاملہ عورت کی طرح ہو جس نے جب اس کی حمل کی مدت پوری ہوئی تو اسقاط ہو گیا، اور اس کا شوہر مر گیا، وہ عرصہ دراز تک بیوگی کی زندگی گزارتی رہی اور اس کا وارث وہ بنا جو سب سے دور کی قرابت رکھتا تھا۔

اور سنو! میں اس ذات پاک کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے کہ یہ دشمن قوم تم پر غالب آجائے گی اس لئے نہیں کہ وہ تم سے زیادہ حق پرست ہے بلکہ صرف اس وجہ سے کہ وہ اپنے باطل پر تیز گام ہے اور تم میرے حق

میں سست گام اور کوتاہ خرام ہو، قومیں اپنے حکام کے ظلم سے ڈرتی ہیں اور میرا حال یہ ہے کہ اپنی رعیت کے ظلم سے ڈرتا ہوں۔

میں نے جہاد پر تم کو ابھارا، مگر تم اپنی جگہ سے ہلے نہیں، تم کو سنانا چاہا تم نے سنا نہیں تم کو رازدارانہ انداز میں بلایا، علانیہ دعوت دی مگر تم میں ذرا حرکت نہیں ہوئی، نصیحت کی، مگر تمہارے کانوں پر جوں نہ رینگی۔

دیکھنے میں حاضر ہو مگر درحقیقت غائب رہو، غلام ہو مگر آقا بنے ہوئے ہو، تم کو حکمت کی باتیں سناتا ہوں تم بدکتے ہو، تم کو بلیغ انداز میں وعظ نصیحت کرتا ہوں اور تم ادھر ادھر بھاگتے ہوں، تم کو باغیوں سے مقابلہ کرنے پر ابھارتا ہوں مگر اپنی تقریر ختم بھی نہیں کرتا کہ دیکھتا ہوں کہ تم قوم سبا کی طرح منتشر ہو جاتے ہو اپنی مجلسوں میں واپس جاتے ہو، اپنے رلئے مشورے میں تمہارے دل لگتے ہیں، میں تم کو صبح کو سیدھا کرتا ہوں اور شام کو تم میرے پاس ٹیڑھی کمان کی طرح لوٹتے ہو۔ سیدھا کرنے والا تنگ آگیا اور جن کو سیدھا کرنا مقصود ہے وہ اکڑ گئے، جن کو سیدھا

کیا ہی نہیں جاسکتا)۔

اے لوگو! جو جسم سے حاضر ہیں، مگر ان کی عقلیں غائب ہیں، جنکی خواہشات جُدا جُدا ہیں۔ جن سے ان کے حکام آزمائش میں ہیں، ان کا ساتھی (بہ معنی آقا، لیڈر) اللہ کا اطاعت گزار ہے، اور تم اس کی نافرمانی کرتے ہو، شام کا رہنما اللہ کی معصیت کرتا ہے مگر اس کی قوم اس کے ساتھ ہے۔ بخدا اگر معاویہ مجھ سے صرافوں کا معاملہ کرے جو دینار کے بدلے درہم دیا کرتے ہیں تو مجھ سے دس عراقی لے کر ایک شامی دیدیں تو مجھے منظور ہوگا، یہ لوگ حق کے معاملہ میں متفرق، جنگوں ہمت ہارے ہوئے ان کے جسم یکجا، مگر خواہشات منتشر، ہر جا عہد و پیمانِ خداوندی کو ٹوٹتے ہوئے دیکھ رہے ہیں لیکن ان کے اندر حمیت بیدار نہیں ہوتی، یہ عرب کے چوٹی کے لوگ اور قوم کے باعزت و ممتاز افراد ہیں لیکن ان کی کثرت تعداد سے کچھ فائدہ نہیں، اس لئے کہ ان کے دل مشکل سے کسی امر پر مجتمع ہوتے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ تم کو اپنے زخم کا مرہم بناؤں اور تم ہی میرے زخم ہو، جیسے کوئی جسم میں چبھ کر ٹوٹ جانیوالے کانٹے کو کانٹے ہی سے نکالنا چاہئے اور وہ جانتا ہے

کہ وہ کانٹا اسی پہلے کانٹے ہی کا ساتھ دے گا (اور ٹوٹ کر اور مصیبت بن جائے گا)

میں تمہیں دیکھتا ہوں کہ تم گوہ کی طرح ایک دوسرے سے چمٹے ہوئے ہو، نہ تو حق کو ہاتھ میں لیتے ہو نہ ظلم و زیادتی کو رد کرتے ہو۔ جنگ و مقابلہ کے موقع پر جم کر لڑنے والے، نہ امن و سکون کے زمانہ میں قابلِ اعتبار رفیق و معاون، میں تمہاری صحبت سے بیزار ہوں، اور تمہارے ہوتے اور کثرتِ تعداد کے باوجود تنہائی محسوس کرتا ہوں۔

اے وہ لوگو! جن کے جسم مجتمع ہیں، اور خواہشات مختلف، تمہاری گفتگو پتھروں کو نرم کر دیتی ہے۔ اور تمہارا طرزِ عمل دشمنوں کو حملہ پر اُبھارتا ہے، جو تمہیں بلائے اور پکارے اس کو مایوسی ہو، اور جس کا تم سے واسطہ پڑے وہ کبھی اطمینان کی سانس نہ لے سکے، باتیں بنانا اور فریب میں رکھنا تمہارا دستور ہے، تم نے مجھ سے مہلت مانگی جیسے مقروض مہلت مانگتا ہے، جس پر مدت سے قرض چڑھا ہوا ہے، کس وطن و دیار کی تم حفاظت کرو گے، جب اپنے کی حفاظت نہیں کر سکے۔ اور میرے بعد کس امیر و قائد کی حمایت و معیت

میں تم جہاد کرو گے ؛ حقیقی فریب خوردہ وہ ہے جس کو تم نے دھوکہ دیا، جس کے حصہ میں تم آئے، اس کے حصہ میں ایک خطا کرنے والا اور نشانہ پر نہ لگنے والا تیر حصہ میں آیا۔" (المرتضیٰ ص ۲۹۵ تا ص ۲۹۶)

اسی طرح خمینی نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بارے میں جو لکھا ہے وہ بھی بالکل صحیح ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ :

۱۔ عراق اور کوفہ کے شیعانِ حسین نے پیہم اصرار کے ساتھ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو کوفہ آنے کی دعوت دی اور کہا کہ خلافت کا پھل پکا ہوا ہے۔ بس اس کو کاٹنے کی ضرورت ہے۔

۲۔ حضرت حسین اللہ عنہ ان نابہنجاروں کی دعوت پر لبیک کہتے ہوئے مکہ مکرمہ سے عازمِ کوفہ ہوئے۔ ان کے مخلصین و محبین نے ہر چند گزارش کی کہ آپؓ کوفہ و عراق کے شیعوں پر قطعاً اعتماد نہ فرمائیں یہ وہی لوگ ہیں جو آپؓ کے والد اور آپؓ کے بڑے بھائی کے ساتھ طوطا چشمی کا مظاہرہ کر چکے ہیں، مگر شیعانِ کوفہ کی دعوت اس قدر مؤثر اور پُرزور تھی کہ اس کے مقابلہ میں مخلصین کی فہمائش و نصیحت کارگر نہ ہوئی۔

۳۔ جب حضرت حسین رضی اللہ عنہ عراق پہنچ گئے تو شیعانِ حسینؓ نے وہی طوطا چشمی دکھائی، جو ہمیشہ سے ان کا وتیرہ رہی تھی۔ چنانچہ

عراق کے ہزاروں شیعانِ حسین رضؓ میں سے ایک بھی حضرت حسین رضی اللہ عنہ
کی نصرت وحمایت کے لئے آگے نہ بڑھا اور خمینی کے بقول تاریخ کا
مجرمانہ فعل انجام پایا۔

۴۔ جب حضرت حسین رضی اللہ عنہ شیعانِ کوفہ کی غداری کے نتیجہ میں
خاک وخون میں تڑپا دیئے گئے تو ان شیعانِ حسینؓ کو اپنے مجرمانہ فعل
کا احساس ہوا اور "توابین" پارٹی قائم ہوئی۔ حضرت حسینؓ زبانِ حال
سے اپنے ان شیعوں کی یہ شکایت ضرور کرتے ہوں گے۔

کی بعد مرے قتل کے اس نے جفا سے توبہ

ہائے اس زود پشیماں کا پشیماں ہونا

چنانچہ شیعہ جب سے اب تک ہر سال اپنی بے وفائی پر ماتم حسین رضؓ
کرتے ہیں، مگر ڈیڑھ ہزار سال گزر جانے کے باوجود ان کا یہ گناہِ عظیم
اب تک معاف نہیں ہوا اور نہ قیامت تک معاف ہوگا۔

جن لوگوں نے شیعانِ علیؓ اور شیعانِ حسین رضؓ کا لبادہ اوڑھ کر
ان اکابر کے ساتھ غداری کی، اللہ تعالیٰ نے امتِ مسلمہ کو ان کے نفاق و
شقاق سے محفوظ رکھے۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ

صفوة البریہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین